فاسئلوا أهل الذکر إن کنتم لا تعلمون.

عورت کی امامت پر ایک تحقیقی تجزیہ

(مذاہب اربعہ کی روشنی میں)

عرض کردہ

سراج الحق سعادتی میواتی

فاضل جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ،

گجرات، الہند

Email:muftissaadati@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لأهله والصلوة على أهلها، أمابعد:

چوں کہ یہ دور دورِ فتن ہے، ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ رونما ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اپنی حیات مبارکہ میں اشارہ فرمایا تھا: "بادروا بالأعمال الصالحة، فستكون فتن كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا أويمسي مؤمنا ويصبح كافرا، يبيع دينه بعرض من الدنيا"۔ (صحیح مسلم: رقم ۱۱۸)

اس حدیث مبارک میں فتنوں کی شدت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح ہوں گے، جس کا معنی یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ وہ کب، کہاں اور کیسے نمودار ہوں گے، اور پھر ان سے چھٹکارے کی کیا راہ ہوگی۔ اسی حدیث کے ذیل میں "يصبح الرجل مؤمنا ألخ" کے تحت یہ قول شراح حدیث نے بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، لیکن دن ڈھلتے ڈھلتے وہ اس حلال چیز کو حرام گردانے لگے گا، اور ایک چیز ایک وقت میں اس کے لیے حرام و ناجائز ہوگی، لیکن دوسرے وقت میں وہ اس کو حلال قرار دے گا۔ ہماری گفتگو کا موضوع دراصل یہی ہے، چوں کہ فتنوں کی کثرت ہوگی، جس کی وجہ سے عام لوگ دین وشریعت کے معاملات میں تذبذب کا شکار ہوں گے۔

چند دنوں سے ایک خبر اور اس کے ساتھ ایک ویڈیو جو کیرالا کی بتلائی جاتی ہے، اور اس میں ایک عورت مردوں کی امامت کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اس سلسلے میں بعض احباب

کی طرف سے مطالبہ ہوا اور کئی شرعی رہنمائی حاصل کرنے والے محبین نے بھی اس طرف باصرار مطالبہ کیا کہ اس کی شرعی حیثیت نقل فرمادی جائے تو بڑا فائدہ ہوگا، اسی پس منظر میں یہ چند سطور سپرد قرطاس کی جارہی ہیں، اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسے جانبین کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے اور ہم سب کو شریعت مطہرہ کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔فجزاکم اللہ خیرا۔

سراج الحق سعادتی میواتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا میں اس وقت جو مسالک مشہور و معروف ہیں اور جن کی اتباع کی جاتی ہے، وہ تمام اس پر متفق ہیں کہ عورت کا مردوں کی امامت کرنا، خواہ وہ نماز جمعہ کی ہو یا روزانہ پڑھی جانے والی نماز پنجگانہ کی، جائز نہیں ہے۔ البتہ عورت کی امامت عورت کے لیے، یہ دوسرا مسئلہ ہے جو موضوع سے ہٹ کر ہے۔ چناں چہ مسئلۂ مبحوث عنہا کے سلسلے میں ائمۂ اربعہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حكم إمامة المرأة بالرجال عند الحنفية:

احناف کے نزدیک امامت کی شرائط میں سے ایک اہم شرط ذکورت یعنی (مذکر) رجلیت کا ہونا ہے، اگر یہ شرط مفقود ہوگی تو مشروط کا بھی وجود نہ ہوگا۔ چناں چہ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں: "أن مذهبهم في هذه المسئلة هوأن المرأة لاتصلح لإمامة الرجال" (المبسوط:۱/۱۷۹) فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب اس سلسلے میں یہ ہے کہ عورت مردوں کی امامت کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ صاحب "فقہ العبادات" کی عبارت سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں: "أن الذكورة المحققة شرط من شروط صحة صلوة الجماعة،قال:فخرج بذلك الخنثى(لأن ذكورتها غير محققة)والمرأة،فلاتصح إمامة النساء للرجال مطلقاً لافي فرض ولافي نفل"۔ (فقہ العبادات:۱/۱۰۹)

رجلیت کاملہ نماز باجماعت کی امامت کے شرائط میں سے ایک اہم شرط ہے، لہٰذا "مخنث" جس کا مرد و عورت ہونا مشکوک ہے، وہ بھی امامت کا حقدار نہیں، اسی طرح عورت بھی امامت نہیں کرا سکتی، خواہ فرض نماز کی امامت ہو یا نوافل کی، بہر حال ممنوع ہے۔

صاحب ردالمحتار علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:" ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى وصبي مطلقاً ولوفي الجنازة"۔(ردالمحتار علی الدر المختار:۲/۳۲۱)یعنی مرد کی نماز عورت اسی طرح مخنث اور صبی غیر عاقل کے پیچھے درست ہی نہیں ہوگی، کیوں کہ اقتدا کرنا ہی صحیح نہیں ہے۔

علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں:" ولا يجوز الاقتداء بالكافر،ولا اقتداء الرجل بالمرأة،لأن الكافر ليس من أهل الصلوة،والمرأة ليست من أهل إمامة الرجال،فكانت صلوتها عدماً في حق الرجل،فاذ عدم معنى الاقتداء وهو البناء"۔(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ،فصل شرائط أرکان الصلوۃ)

فرماتے ہیں کہ کافر کی اقتداء کرنا درست نہیں بایں وجہ کہ وہ نماز کا اہل ہی نہیں ہے، اسی طرح عورت کی اقتداء بھی درست نہیں کیوں کہ وہ مردوں کی امامت کی اہل ہی نہیں ہے۔

(۲)حکم إمامة المرأة بالرجال فی الصلوة عند الشافعية:

قال النووي في المجموع:"واتفق أصحابنا على أنه لا تجوز صلاة رجل بالغ ولاصبي خلف امرأة...،وسواء في منع إمامة المرأة للرجال صلوة الفراض والتراويح وسائرالنوافل،هذا مذهبنا، ومذهب جماهيرالعلماء من السلف والخلف،وحكاه البيهقي عن الفقهاء السبعة فقهاء المدينة التابعين".(المجموع في شرح المهذب:٤/١٥٢)

علامہ نوویؒ مسلک شافعی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بالغ مرد کی عورت کی اقتداء میں ادا کی ہوئی نماز درست نہیں ہوگی، اسی طرح صبی عاقل ممیز کی، اور یہ ممانعت

فرائض، تراویح اور تمام نوافل کو شامل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے، اور سلف وخلف جمہور علماء کا بھی یہی مسلک رہا ہے، اور اسی کو امام بیہقیؒ نے فقہاء سبعہ مدینہ منورہ سے نقل فرمایا ہے۔

فقہ شافعی کے بڑے امام علامہ قفال شاشیؒ لکھتے ہیں: "ولا تصح إمامة المرأة للرجال"۔ (حلیۃ العلماء: ۲/ ۱۶۵) عورت کی امامت مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی علیہ الرحمہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اگر اس کے پیچھے نماز ادا کر بھی لی گئی، خواہ وہ کسی بھی نماز کی ہو، تو نماز باطل ہو جائے گی۔ "ثم إذا صلت المرأة بالرجل أوالرجال، فإنما تبطل صلوة الرجال"۔ (أیضا)

(۳) حکم إمامة المرأة بالرجال عند المالكية:

حنفیہ کی طرح مالکیہ بھی عورت کی امامت کے منکر ہیں، بلکہ مالکیہ کا مسلک اس سلسلے میں سب سے زیادہ سخت واقع ہوا ہے، چناں چہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مطلقاً عورت کی امامت ممنوع ہے، یعنی عورت عورت کی امامت بھی نہیں کر سکتی، جس کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔ چناں چہ علامہ دوانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "واعلم أن الإمامة لها شروط صحة وشروط كمال. فشروط صحة ثلاثة عشر: أولها الذكورة المتحققة، فلا تصح إمامة المرأة ولا الخنثى المشكل، وتبطل صلوة المأموم دون الأنثى التي صلت إماما"۔ (الفواکہ الدوانی: ۱/ ۲۰۴)

جان لیجیے کہ امامت کے لیے کچھ شرائط صحت ہیں اور کچھ شرائط کمال، چناں چہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے تیرہ شرائط ہیں، ان میں سے پہلی شرط ذکورت کاملہ کا ثابت ہونا ہے، چناں چہ عورت اور خنثیٰ مشکل کی امامت درست نہیں ہے، ان کے پیچھے پڑھنے والے مقتدی کی نماز باطل ہے، تاہم اس امام کی نماز درست ہو جائے گی۔

علامہ ابن رشد الحفید بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں کہ:"أن مذهبهم كمذهب الشافعية والحنابلة والحنفية والمالكية، و هو أ نه لا يجوز أن تؤم المرأة الرجال"۔(بدایۃ المجتہد:۱/۲۲۷)

(۴)حکم إمامة المرأة بالرجال عند الحنابلة:

امام احمد بن حنبلؒ سے اس سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک روایت جواز کی ہے اور دوسری عدم جواز کی، البتہ راجح اور معمول بہا روایت ثانی الذکر یعنی عدم جواز کی ہے۔ چناں چہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:"لا يصح أن يأتم رجل بامرأة في الصحيح من المذهب،وهو قول عامتهم،قال البيهقي:وعليه الفقهاء السبعة والتابعون."۔(المبدع:۲/۷۲)

فرماتے ہیں کہ راجح قول کے مطابق مرد کے لیے عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اور یہی اکثر حضرات کا قول ہے، اور اسی کو امام بیہقی علیہ الرحمہ نے فقہاء سبعہ اور تابعین سے نقل فرمایا ہے۔

علامہ مرداوی حنبلیؒ فرماتے ہیں:"ولا تصح إمامة المرأة للرجل،هذا المذهب مطلقاً (يعني مذهب الإمام أحمد.قال في المستوعب:هذا الصحيح من المذهب.انتهى"۔(الانصاف للمرداوی:۲/۲۶۵)

امام احمدؒ سے ایک روایت اور بھی منقول ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے، لیکن وہ بھی نوافل میں ہے، اور ایک روایت تراویح کے سلسلے میں ہے۔ مذکورہ بالا دونوں کتابوں سے نقل کیا گیا ہے:"وعن أحمد رواية أخرى وهي: صحة إمامتها في النفل، وعنه: تصح في التراويح، نص عليه وهوالأشهر عند

المتقدمین "۔(الإنصاف للمرداوی:۲/ ۲۶۴،المبدع:۲/ ۷۲)

تاہم راجح اور معمول بہا قول عدم جواز کا ہے، اور اجازت اگر ہے تو وہ صرف نماز تراویح کے لیے ہے، فرائض اور نماز جمعہ میں عورت کی امامت جائز نہیں ہے۔

اس کے علاوہ چند غیر مشہور مسالک کے اندر بھی عورت کی امامت کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، چناں چہ فرقۂ "زیدیہ" جو زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ؓ کی جانب منسوب ہے، اس میں بھی اس کے بطلان کو بیان کیا گیا ہے۔" والحال الرابع:أن تصلي امرأة برجل فإن ذلك لا يصح،سواء كان الرجل محرما لهاأم لا "۔ (التاج المذہب لأحکام المذہب:۱/ ۱۱۱) اور چوتھی حالت یہ ہے کہ عورت مرد کو نماز پڑھائے، یہ بھی صحیح نہیں ہے، خواہ اقتداء کرنے والا شخص اس عورت کا محرم ہو یا نہ ہو۔

اور یہی قول علامہ شوکانیؒ نے "السیل الجرار" میں نقل فرمایا ہے، اور اس کی نسبت "نیل الاوطار" میں اہل بیت کی جانب فرمائی ہے۔(نیل الاوطار:۳/ ۲۵۰) اسی طرح ظاہریہ کا اظہر مذہب یہی ہے کہ عورت کی اقتداء درست نہیں ہے، چناں چہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:" ولا يجوز أن تؤم المرأة الرجل ولا الرجال،وهذا ما خلاف فيه "۔ (المحلی:۳/ ۱۲۵) فرماتے ہیں کہ اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ عورت مرد کی امامت کرائے، اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امت مسلمہ کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عورت کی امامت جائز نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل اور ائمۂ اربعہ کے اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ان دلائل کے علاوہ وہ عام استدلالات بھی پیش نظر رہنے چاہییں جن کو جمہور علماء نے عورت کی امامت کے عدم جواز کے طور پر مستنبط کیا ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں سب سے پہلے صحیح

بخاری شریف کی روایت ملاحظہ ہو:

(۱) عن أبي بكرة رضي الله عنه قال: لما بلغ رسول الله ﷺ أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى، قال ﷺ: لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۴۲۵) حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کہ آپ کو معلوم ہوا کہ اہل فارس نے عورت کو اپنی سرداری سونپ دی ہے کہ: "وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جنھوں نے اپنی زمام اقتدار عورت کے ہاتھوں میں سونپ دی ہو"۔

اس حدیث مبارکہ کے عموم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت جہاں امامت کبریٰ کی اہل نہیں، وہیں وہ امامت صغریٰ کی بھی حقدار نہیں ہے۔ چناں چہ "السیل الجرار" میں ہے: "يفيد منعهن من أن يكون لهن منصب الإمامة في الصلوة للرجال"۔ (السیل الجرار: ۱/ ۲۵۰)

(۲) سنن ابن ماجہ کی طویل روایت کا ٹکڑا ہے، جس میں صراحت کے ساتھ وارد ہے کہ عورت مرد کی امامت نہ کرائے۔ عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال: ألا لا تؤمن امرأة رجلاً. (سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور بہت ساری چیزیں بیان فرمائیں، من جملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہیں کراسکتی۔

(۳) آیت کریمہ "الرجال قوامون على النسآء" (النساء: ۳۴) مرد کو عورت پر متعدد فضیلتیں حاصل ہیں، چناں چہ "نبوت" جو انسانی شرافت کا اکمل ترین درجہ ہے، وہ

عورتوں کو نہیں بلکہ مردوں کو حاصل رہا، نیز سرداری مرد کا شیوہ ہے، جہاد جیسی عظیم المرتبت عبادت مردوں کا ہی حصہ ہے، عورتوں کو بضرورت اس میں حصہ لینے کی گنجائش ہے۔ نیز فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "أخروهن من حيث أخرهن الله" (المعجم الکبیر للطبرانی:۸/۲۳۴) کا بھی تقاضہ یہی ہے۔

(۴) نیز قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا، جب کہ عبادات میں حرص کے اعتبار سے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی نظیر قیامت تک کوئی شخص پیش نہیں کر سکتا، چناں چہ علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "عمل المسلمين على مدار أربعة عشر قرنا من الزمان على أن المرأة لا تتولى الصلوة بالرجال"۔ (بدائع:۲/۲۸۹)

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد عدل ہے کہ عورت کو امامت صغری کا حق نہیں دیا جا سکتا، وہ اس ذمہ داری کی اہل نہیں ہے۔

(۵) عورتوں کی امامت کے عدم جواز کی ایک وجہ یہ ہے کہ ترتیب صفوف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا درجہ آخری قرار دیا ہے، اگر ایسا ہوتا کہ وہ امامت کی اہل ہیں تو صدر اول میں کبھی تو یوں ہوا ہوتا کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا یا دیگر علم وفضل کی حامل صحابیات امامت کرواتیں اور ان کو آگے بڑھایا جاتا۔ ان کو آخری صف میں کھڑا کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منصب امامت ان کا حق نہیں۔ نیز آگے کھڑا ہونا عورت کے لیے من حیث العورۃ باعث کشف ستر ہے، حالاں کہ وہ تو مستور ہے۔

القائلین بالجواز:

البتہ بعض حضرات وہ بھی ہیں جن سے اس سلسلے میں جواز کا قول منقول ہے، ان کی

دلیل اوراس پر مختصر گفتگو بھی رقم طراز کی جارہی ہے:

(۱) ابوثور اور ابن جریر طبری علیہما الرحمہ کی جانب منسوب ہے کہ وہ عورت کی امامت کے جواز کے قائل ہیں، البتہ ان کے یہاں بھی ایک قید یہ ہے کہ جب کہ وہاں اس عورت کے علاوہ کوئی اور شخص پڑھا ہوا نہ ہو، اور اس صورت میں وہ مردوں کے پیچھے کھڑے ہوکر امامت کرائے گی، سامنے نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: نیل الاوطار: ۳/ ۱۹۹، حلیۃ العلماء: ۳/ ۱۷۰)

البتہ علامہ ابن رشد مالکی اور علامہ نووی ؒ نے علی الاطلاق ان دونوں سے جواز کا قول نقل فرمایا ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ۱/ ۲۲۷، المجموع: ۴/ ۲۲۳)

ان حضرات کا مستدل حضرت ام ورقہ ؓ کی روایت ہے: "عن أم ورقة رضی الله عنها أن رسـول الله ﷺ كان يزورها في بيتها وجعل لها مؤذ نا يؤذن بها وأمرها أن تؤم أهل دارها"، یہ مختلف کتب احادیث میں ولید بن جمیع کے طریق سے مروی ہے، چناں چہ امام ابوداودؒ نے بھی نقل فرمایا ہے، اسی طرح حاکم وبیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی نقل فرمایا ہے، ان تمام طرق میں تقریباً یکساں الفاظ وارد ہوئے ہیں، "أن تؤم أهل دارها"، قاعدے کے اعتبار سے یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ ان تمام کتب میں روایت مطلق ہے، البتہ یہ روایت علامہ دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقل فرمائی ہے، جس سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ چناں چہ "عن الوليد بن جميع عن أمه عن أم ورقة رضی الله عنها أن رسـول الله ﷺ أذن لها أن يؤذن لها ويقام وتؤم نسائها"۔ (سنن دارقطنی: ۳/ ۱۹۴، رقم: ۱۵۹۴)

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دی کہ ان کے لیے اذان کہی جائے اور اقامت بھی، اور یہ کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرائیں۔ اس روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم علی الاطلاق نہیں تھا، بلکہ خاص عورتوں کی جماعت کا حکم دیا تھا، ظاہر ہے کہ اس وقت ام ورقہؓ کے گھر مرد تو ہونے والے نہیں تھے، جیسا کہ صحیح مسلم میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ دورِ نبوی میں مسجد میں نماز باجماعت سے اگر کوئی شخص پیچھے رہتا تو وہ ایسا منافق تھا جس کا نفاق ظاہر و باہر تھا یا پھر کوئی مریض۔

عن أبي الأحوص قال: قال عبدالله رضي الله عنه:لقدرأيتنا ومايتخلف عن الصلوة إلامنافق قدعلم نفا قه أو مريض ألخ.(صحیح مسلم:٦٥٤)

معلوم یہ ہوا کہ اگرچہ وہ روایت متعدد طرق سے وارد ہے اور محدثین کے نزدیک قابل احتجاج بھی ہے، تاہم سنن دارقطنی کی روایت سے جو مقید ہے، اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ حکم عورتوں کے سلسلے میں خاص تھا، اور عورت عورت کی امامت کرائے اس کو فقہاء نے مع الکراہیت جائز قرار دیا ہے۔ ”ويكره إمامة ا لمرأة للنساء في الصلوة كلها من الفرائض والنوافل، وصلوتهن فرادىٰ أفضل “۔(الفتاوی العالمگیریہ:۱/ ۸۵)

حاصل یہ ہے کہ اس روایت سے بھی علی الاطلاق عورت کی امامت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ خاص ہے ”عورتوں کی جماعت“ کے ساتھ۔

الغرض مذکورہ بالا دلائل اور تفاصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کسی بھی صورت میں مرد کی امامت نہیں کرا سکتی، اگر کسی جگہ کی ہے جیسا کہ کچھ سال قبل امریکہ میں ”امینہ ودود“ نامی ایک خاتون نے اس طرح کی حرکت کی تھی، اور ابھی حال میں ”کیرالا“ کی

”جمیدا“ نامی ایک غیر مقلد شخص کی بیوی نے یہ حرکت کی ہے، یہ حرکت خالص اسلام دشمن طاقتوں کے آلۂ کار بننے کے نتیجے میں ان سے صادر ہوئی ہے، وہ دشمن کا آلۂ کار بن کر ان کے سازشی عزائم کا شکار ہورہی ہیں۔ **فإلی اللہ المشتکیٰ**۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

(احقر العباد: سراج الحق سعادتی میواتی)

Email:muftissaadati@gmail.com

Mo:08813035461